© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؏

نظرات

میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ کسی سے نہیں کہونگا چنانچہ کم و بیش سترہ برس ہو گئے۔ آج تک میں نے کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ لیکن اب مدت کافی گذر گئی اور جس خوف سے اس نے مجھ سے وعدہ لیا تھا اب اس کے لئے کوئی گنجائش بھی باقی نہیں ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ واقعہ انسانیت و شرافت کی خلعتِ زیبا کا ایک تکمۂ زرّیں ہے اس لئے میں اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں کہ حق حق دار کو پہونچا دوں۔

ملک کی آزادی اور ساتھ ہی تقسیم کے جلو میں وحشت و بربریت کے جو ہولناک بادل خاص دلی اور اُس کے گرد و نواح میں اُمڈے تھے وہ گھن گرج کے ساتھ برس چکے تھے اور فضا میں سکون پیدا ہو چلا تھا کہ دسمبر ۱۹۴۷ء کی ایک شام کا ذکر ہے۔ میں کالج (سینٹ اسٹیفنس کالج) سے گھر لوٹنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ایک ہندو طالب علم جسے میں خوب جانتا تھا میرے پاس آیا اور بولا "ایک سکھ لڑکا آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں اسے کہاں لے آؤں"؟ میں نے کہا "یہیں کالج میں چار بجے کے بعد" دوسرے دن وہ ایک نہایت تندرست اور خوبصورت نوجوان سکھ کو ساتھ لے کر میرے پاس آیا اور اس کو مجھ سے ملا کر خود واپس ہو گیا یہ سکھ نوجوان اعلیٰ قسم کے انگریزی لباس میں ملبوس تھا اور ایک نئی شورلٹ کار میں بیٹھ کر آیا تھا، آداب و تسلیمات کے بعد جب میں نے اُس کے آنے کا مقصد پوچھا تو اس نے کہا "میرے گھر میں ایک اچھے خاندان کی مسلمان لڑکی ہے وہ سکھ مذہب قبول کر کے مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے میں اس کو تبدیلِ مذہب سے روک رہا ہوں مگر وہ نہیں مانتی، اب میں آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ اس کو سمجھائیں اور وہ مان جائے تو مجھکو بڑی خوشی ہوگی، کالج (سینٹ اسٹیفنس کالج) کے ہندو لڑکوں سے بھی میں نے آپ کی بڑی تعریف سُنی ہے اور اسی وجہ سے میں آپ کے پاس آیا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ آپ اس چیز کا کسی سے بھی کوئی تذکرہ نہ کریں" میں نے اس کا وعدہ کیا اور بات یہ طے ہوئی کہ کل مغرب کے وقت وہ نوجوان اپنی کار میں اُس لڑکی کو لے کر آئے گا اور کار جامع مسجد کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پاس اڈورڈ پارک کے سامنے کھڑی کردے گا، اور ادھر سے میں دفتر برہان سے جہاں ان دنوں میں مقیم تھا نماز سے فارغ ہوکر پہونچ جاؤں گا، چنانچہ یہی ہوا میں حسب قرارداد اڈورڈ پارک پہونچا تو کار کھڑی ہوئی تھی، لڑکا آگے ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھا خود موٹر چلا رہا تھا اور لڑکی پیچھے کی سیٹ پر اکیلی تھی میرے پہونچتے ہی لڑکے نے لڑکی کو اشارہ کیا اور اس نے کار کا دروازہ کھول مجھے اندر اپنے پاس بٹھالیا، اب لڑکا کار چلا رہا تھا اور میں اور لڑکی دونوں پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت دلّی کی جو فضا تھی اس کے پیش نظر آپ کہیں گے میں نے بہت ہی بڑی حماقت کا کام کیا کہ مغرب کے بعد ایک اجنبی سکھ نوجوان کے ساتھ اس کی کار میں یوں تن تنہا چل دیا، میں عرض کروں گا" جی ہاں! اس کی حماقت ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے لیکن میں نے اپنی زندگی میں اس جیسی بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت قسم کی حماقتیں اور بھی کی ہیں۔ لیکن خدا نے ہر مرتبہ میری اُلٹی کو سیدھا کردیا ہے اور میری حماقتوں نے جرأتوں اور جسارتوں کا رُوپ دھار لیا ہے۔

اب کار چلی تو پہلے سے قرارداد کے مطابق لڑکی نے کہنا شروع کیا، میں اپنے والدین کے ساتھ نئی دہلی میں رہتی تھی، ۷ ستمبر ۱۹۴۷ء کو یہاں بھی بڑے زور کا حملہ ہوا اور وہ سب کچھ ہُوا جو اب تک دلّی میں ہورہا تھا، صبح کے نو دس بجے کا وقت تھا کہ ہمارے مکان کو چاروں طرف سے گھیر کر لُوٹنا اور آگ لگانا شروع کردیا، گھر کے سب لوگ نکل کر بھاگے، میں تین چار دن پہلے سے بخار میں پڑی تھی اور کمزور تھی اسلیے بھاگا نہ گیا، تھوڑی دُور پہونچ کر لڑکھڑائی اور گر پڑی، اس کے بعد کیا ہُوا مجھے کچھ یاد نہیں شاید بے ہوش ہوگئی تھی، دو تین گھنٹے کے بعد ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو اس نوجوان (ڈرائیور کی طرف اشارہ کرکے) ایک عالی شان مکان میں پایا، میں نے اس مکان میں کیا دیکھا اور کیا پایا؟ بس مختصر یہ ہے کہ میں اس گھر کی بیٹی ہوں، اس لڑکے نے پہلی مرتبہ مجھکو جو بہن کہا تھا تو آج تک میں اس کے لئے سچ مچ بہن ہی ہوں کبھی بری نیت سے اس نے میرا ہاتھ تک نہیں چھوا ہے، اب ان لوگوں نے پاکستان میں میرے ماں باپ کا پتہ لگالیا ہے اور مجھے وہاں بھیجنا چاہتے ہیں، مگر میں اس نوجوان کو اس کی غیر معمولی خوبیوں کی وجہ سے اپنا دل دے بیٹھی ہوں، پوری زندگی اس کے ساتھ گذارنے کا فیصلہ کرچکی ہوں اور سکھ مذہب اختیار کرنا چاہتی ہوں، لیکن یہ نوجوان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ مجھے مذہب بدلنے دیتا ہے اور نہ مجھ سے شادی کرنے پر رضامند ہے۔ وہ کہتا ہے "میں نے تم کو بہن کہا ہے تو اب ساری عمر تمہارے ساتھ بھائی کا ہی معاملہ کروں گا، بہن کہہ کے بیوی تمہیں کس طرح بنا سکتا ہوں" اس موقع پر نوجوان نے دخل دیتے ہوئے کہا، آپ کو پوری بات معلوم ہو گئی ہے اب فرمایئے ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ میں نے لڑکی کو خطاب کر کے کہا "اصل بات عقلمندی اور سمجھداری کی وہی ہے جو سردار جی تم سے کہتے ہیں، دُنیا میں مذہب سے زیادہ قیمتی کوئی چیز نہیں ہے۔ اسے اس طرح یک لخت بدل دینا بڑی بدنصیبی کی بات ہے، رہا شادی کا معاملہ تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ نوجوان جو اس وقت دُنیا میں تمہارا سب سے بڑا محسن ہے ایک نہایت اعلیٰ کردار اور اخلاق کا انسان ہے اس نے جو سلوک تمہارے ساتھ کیا ہے وہ محض بے غرضی اور بے نفسی سے انسانیت و شرافت کے اعلیٰ جذبہ سے مجبور ہو کر کیا ہے، اب اگر تم اپنے ساتھ شادی کرنے پر اسے مجبور کرتی ہو تو گویا تم بالواسطہ اس مخلصانہ فعل کو غرض سے ملوث کر کے اس نوجوان پر سخت ظلم کر رہی ہو، اور یہ شرافت سے بہت بعید ہے کہ تم اپنے اتنے بڑے محسن کو ایک رُوحانی و باطنی خلش کے عذاب میں مبتلا کر کے اسے تکلیف پہونچاؤ۔

اتنے میں قطب صاحب آ گیا، اس نوجوان نے ڈاک بنگلہ پر پہونچ کر کار روکی اور ہم تینوں نے یہاں اُتر کر کھانا کھایا، چائے پی، اور اس کے بعد دلی کو واپس ہوئے تو گفتگو پھر شروع ہو گئی۔ ہمیں اپنی بات کو جس قوت سے کہہ سکتا تھا کہا مگر یہ خدا کی بندی ٹس سے مس نہ ہوئی، اس کی عمر بائیس تئیس برس سے زیادہ نہ ہو گی، تقریر بڑی شستہ کرتی تھی، درمیان میں انگریزی جو بولنے لگتی تھی اُس سے اندازہ ہوتا تھا کہ بی اے تک کی تعلیم ضرور ہے، رنگ گورا چٹا اور ناک نقشہ پنجابی تھا، دورانِ گفتگو میں اسلام اور مسلمانوں کو بُرا بھلا کہا اور صاف کہا کہ میں اپنا فیصلہ تبدیل مذہب کا ہرگز نہیں بدل سکتی، اس پر نوجوان پھر بولا میں اپنے ضمیر کی یہ ملامت کس طرح برداشت کر سکتا ہوں کہ ایک لڑکی نے میری وجہ سے اپنا مذہب اور اپنے والدین اور بہن بھائی سب چھوڑ دئے یہ احساس مجھے جینے نہیں دے گا۔

گفتگو کرتے کرتے جامع مسجد آ گئی ہمیں یہاں اُتر گیا اور یہ دونوں رخصت ہو گئے، میں نے قصداً نہ اس نوجوان سے اس کا نام اور پتہ دریافت کیا اور نہ لڑکی کا، اُن دونوں سے میری یہ پہلی ملاقات تھی، اور آخری بھی! البتہ تین چار ماہ کے بعد اسی ہندو طالب علم سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ آخر سردار جی نے لڑکی کو آمادہ کر لیا اور بالکل بہن کی طرح ڈیڑھ دو ہزار روپیہ کا سامان ساتھ کر کے اسے والدین کے پاس پاکستان پہونچا دیا۔

© rasailojaraid.com